بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

اسلام کے عائلی نظام میں عورت کی حیثیت

سید جلال الدین عمری

اسلام نے ازدواجی زندگی کے ہر پہلو پر تفصیل سے بحث کی ہے اور خاندان کا ایک وسیع اور جامع نقشہ پیش کیا ہے۔ اس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں مرد کو غیر معمولی حقوق اور اختیارات دیئے گئے ہیں اور عورت کی آزادی سلب کر لی گئی ہے۔ مرد صاحب اقتدار اور حاکم ہے، اور عورت زیر دست اور محکوم، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد مرد جب چاہے طلاق کے دو بول بول کر عورت کو جدا کر سکتا ہے۔ مرد کو بیک وقت چار شادیوں کا حق ہے۔ حالانکہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری کو اس کے مد مقابل اور حریف کی حیثیت سے لانا صریح ظلم ہے۔ وراثت میں مرد کا جو حصہ رکھا گیا ہے، عورت کا حصہ اس کا نصف ہے۔ ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان یہ فرق و امتیاز بالکل غلط اور ناجائز ہے۔

یہ تصویر جتنی بھیانک ہے اتنی ہی حقیقت سے دور بھی ہے۔ اس میں اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے کی شائد اتنی کوشش نہیں کی گئی ہے جتنی کہ انھیں مسخ کرنے اور بگاڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق محض جنسی تسکین کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پورا ایک خاندان وجود میں آتا ہے، اور خاندان ہی کی بنیاد پر معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔ خاندان کا استحکام معاشرہ کا استحکام اور خاندان کی بربادی معاشرہ کی بربادی ہے۔ اسلام خاندان

کی تعمیر و تشکیل کے لئے بہت ہی مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ان اسباب و عوامل سے اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو اسے کمزور یا منہدم کر کے رکھ دیں۔

اسلام کے نزدیک میاں بیوی کا تعلق اصلاً الفت و محبت کا تعلق ہے، جس میں دونوں ایک دوسرے کو خوش رکھنے، اس کی ضروریات پوری کرنے اور اسے سکون اور راحت پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ "بہترین عورت وہ ہے کہ شوہر اسے دیکھے تو خوش کر دے، کوئی بات کہے تو مان لے اور اپنے جسم اور مال میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف کر کے اس کی مخالفت نہ کرے" (احمد، ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے حق میں بہتر ہو" (ترمذی) ان حدیثوں میں جو معیار بیان کیا گیا ہے اس پر اگر میاں بیوی اترنے کی کوشش ہی کریں تو خاندان سکون کا مرکز ہوگا اور ایک مثالی معاشرہ کی بآسانی تعمیر ہو سکے گی۔

دنیا کے ہر چھوٹے بڑے ادارہ کو ٹھیک ٹھیک چلانے کے لئے ایک سربراہ اور نگراں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر اس کا نظم باقی نہیں رہ سکتا۔ خاندان کا نظم بھی اسی وقت چل سکتا ہے جب کہ اس کا ایک سربراہ ہو۔ ورنہ اسے بکھرنے اور منتشر ہونے سے بچایا نہیں جا سکتا۔ سوال صرف یہ ہے کہ خاندان کا سربراہ مرد ہو یا عورت؟ اس کا جواب اسلام نے یہ دیا۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ	مرد قوام ہیں عورتوں پر اس وجہ سے
بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ	کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے
عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا	پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ
مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النساء: ۳۴)	سے کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

اس میں مرد کو خاندان کا سربراہ مقرر کرنے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اسے عورت کے مقابلہ میں فضیلت اور برتری حاصل ہے، دوسرے یہ کہ وہ اس پر

اپنا مال خرچ کرتا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاندان کی سربراہی کے لئے مرد کا انتخاب قرآن نے کسی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی صلاحیت اور مالی ذمہ داریوں کی وجہ سے کیا ہے ۔ اب آیئے ان دونوں باتوں پر ذرا سنجیدگی سے غور کیا جائے ۔

عورت اور مرد کی جسمانی اور ذہنی ساخت صاف بتاتی ہے کہ خاندان کا بوجھ اٹھانے کے لئے جن قوتوں اور صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ عورت کی بہ نسبت مرد میں زیادہ ہیں ۔ بلکہ یہ حیرت انگیز حقیقت بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ بہت سے ان کاموں میں بھی مرد زیادہ قوت اور صلاحیت کا مظاہرہ کرتا ہے جو کام کہ خاص عورت کے سمجھے جاتے ہیں ۔

جب تجربہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ مرد کے اندر زیادہ قوت اور صلاحیت ہے تو فطری طور پر اسی کو خاندان کا سربراہ بھی ہونا چاہئے ۔ مرد کی قوتوں کا اعتراف نہ کرنا اور عورت اور مرد کو ہر پہلو سے مساوی ثابت کرنا ایک طرح کا ردِ عمل یا تعصب ہے جو بحث و مباحثہ میں تو شائد کچھ چل جائے لیکن کارزارِ حیات میں زیادہ دور تک انسان کا ساتھ نہیں دے سکتا ۔ یہاں بہت جلد حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے ۔

اب مرد کی مالی ذمہ داریوں کو لیجئے ۔ مرد پر عورت کا مہر، اس کا نان ونفقہ اور اس کے لئے رہائش اور سکونت کا نظم کرنا واجب ہے ۔ اس کے ساتھ اس پر عورت کی تعلیم و تربیت، دینی و اخلاقی نگرانی اور اس کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے ۔

مرد یہ ساری ذمہ داریاں اس لئے قبول کرتا ہے کہ عورت اس کی نگرانی میں اس کے گھر کا نظم چلائے گی، اسے سکون فراہم کرے گی، اس کے بچوں کی نگہداشت اور تربیت کرے گی اور ایک بہتر خاندان کی تعمیر میں مدد دے گی ۔

ان نوع بہ نوع مالی اور انتظامی ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کے لئے مرد کو بعض حقوق بھی دیئے گئے ہیں ۔

مرد کو اپنا ہی نہیں بیوی بچوں اور بعض اوقات خاندان کے دوسرے افراد کا بھی

معاشی بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اور عورت کو اسلام نے بڑی حد تک اس سے سبک دوش کر رکھا ہے اس لئے وراثت میں اس کا حصہ عورت سے دوگنا رکھا ہے۔

شوہر اگر محسوس کرے کہ بیوی کا تعاون اسے حاصل نہیں ہے اور اس کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا تو وہ اسے طلاق دے سکتا ہے لیکن طلاق شریعت میں کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ جذبات میں نہیں سوچ سمجھ کر اور سنجیدگی سے ہونا چاہئیے اور میاں بیوی کے درمیان اختلافات ہوں تو دونوں طرف کے دو قابل اعتماد اشخاص کے ذریعہ انھیں دور کرنے کی کوشش ہونی چاہئیے۔ طلاق تو اسلام کی رو سے ان اختلافات کو ختم کرنے کی آخری صورت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام تعدد ازدواج کا قائل ہے۔ اس نے مرد کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جو شخص ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری سے شادی کرے وہ دوسری بیوی کی بھی قانوناً وہ ساری ذمہ داریاں اٹھائے جو پہلی بیوی کی اٹھا رہا ہے۔ نان ونفقہ، لباس، مکان اور ان تمام امور میں مساوات برتے جن میں مساوات برتنا عملاً ممکن ہے۔ ان میں سے کسی کی طرف اس طرح نہ جھک جائے کہ دوسری کے ساتھ ظلم وزیادتی ہونے لگے۔ ظاہر ہے ان پابندیوں کے ساتھ کسی شخص کا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا آسان نہیں ہے۔ لیکن بعض شخصی اور سماجی حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت اس پر پابندی لگانے سے زیادہ مفید ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کی صرف اجازت دی ہے۔ کسی پر فرض نہیں کیا ہے۔

عملی زندگی میں اس بات کا امکان ضرور ہے کہ مرد ان حدود سے تجاوز کرکے، جن کا اسلام نے اسے پابند بنایا ہے، اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرے اور عورت کے ساتھ زیادتی ہونے لگے۔ اسلام اس امکان کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اس صورت میں عورت اپنے حقوق کے لئے قانونی چارہ جوئی کرسکتی ہے اور اسے عدالت سے خلع یا علیحدگی کے مطالبہ کا بھی حق حاصل ہے۔ (عورت کے ان حقوق پر انشاء اللہ تفصیل سے آئندہ بحث ہوگی۔

شریعت نے عورت کو جو قانونی ضمانتیں دی ہیں ان سے بعض لوگوں کو اتفاق یا اطمینان نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ مرد کی برتری ختم کر دی جائے، عورت کو خانگی زندگی میں وہ سارے حقوق دیئے جائیں جو مرد کو حاصل ہیں۔ مرد حاکم اور نگران نہ رہے، دونوں کو برابر کے اختیارات ہوں، وراثت میں عورت کا حصہ وہی رہے جو مرد کا ہے، طلاق کا حق عورت کو بھی حاصل ہو، وہ جب چاہے مرد سے علیحدگی حاصل کر سکے، مرد کو ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی کی اجازت نہ ہو۔ بعض اوقات یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کیا جاتا کہ مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہو تو عورت کو بھی یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ ایک سے زیادہ مردوں سے تعلق رکھے۔

اس طرح کی باتیں ہمارے ان مفکرین اور دانشور حضرات کی طرف سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں جن کو اسلام کے خاندانی نظام سے خاص دلچسپی ہے اور جو اس میں نت نئی تبدیلیاں تجویز کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر ہی سے نہیں علمی اور عملی نقطۂ نظر سے بھی ان میں کوئی معقولیت نہیں ہے۔ سب سے پہلے مرد کی سربراہی کے مسئلہ کو لیجئے۔ کسی بھی ادارہ کا نظم اسی وقت باقی رہ سکتا ہے جب کہ اس کا ایک سربراہ ہو جس کے حکم اور فیصلہ کو آپس کے اختلافات میں آخری اور قطعی حیثیت دی جا سکے اور جس کے احکام کی خوش دلی سے اطاعت کی جائے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ٹھیک یہی مقام دوسرے فرد کو حاصل ہو اور وہ ادارہ میں اپنی الگ مرضی چلانا چاہے اس کے بعد بھی ادارہ باقی رہے۔ اسی طرح اسلام نے مرد کو خاندان کی سربراہی کا منصب عطا کیا ہے۔ یہی منصب عورت کو بھی دے دیا جائے اور دونوں اس پر اپنی مرضی مسلط کرنا چاہیں تو اس کا ٹوٹ جانا یقینی ہے۔

اس میں شک نہیں سربراہ خاندان کی حیثیت سے مرد کو بعض حقوق حاصل ہیں لیکن اس پر بڑی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ اس سے یہ حقوق اگر لے لئے جائیں تو اس سے یہ توقع بھی نہیں کی جانی چاہیئے کہ وہ ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے گا۔ اس لئے جو صورت ممکن ہے

وہ یہ کہ مرد کی جگہ عورت کو خاندان کا سربراہ اور حاکم مان لیا جائے۔ اسے وہ تمام حقوق واختیارات بھی دے دیئے جائیں جو مرد کو حاصل ہیں اور مرد کی ساری ذمہ داریاں بھی اس پر ڈال دی جائیں۔ جب تک عورت ان ذمہ داریوں کو نہ اٹھائے ظاہر ہے اس کی سربراہی کا کوئی جواز نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عورت کے نان ونفقہ اور اخراجات کا اب کوئی مسئلہ نہیں رہا اس لئے کہ عورت کمانے لگی ہے اور معاشی طور پر آزاد ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر کہ ایسی عورتوں کا تناسب آج بھی بہت کم ہے جو معاشی طور پر خود کفیل ہوں۔ مسئلہ صرف عورت کی روزی روٹی ہی کا نہیں بچوں کی معاش، ان کی نگہداشت، تعلیم وتربیت، شادی بیاہ اور خاندان کے دوسرے افراد کے مختلف مسائل کا بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عورت اپنا معاشی بوجھ برداشت کرنے کے ساتھ سربراہ خاندان کی حیثیت سے ان سب ذمہ داریوں کو بھی اٹھانے کے لئے تیار ہے؟

اس میں شک نہیں کہ دنیا میں ہمیشہ ایسی عورتیں رہی ہیں جن کی معاشی حیثیت بھی مضبوط تھی اور جو خاندان کا نظم بھی بہتر طریقہ سے چلا سکتی تھیں، ایسی عورتیں آج بھی ہیں، اور آئندہ بھی ہوں گی۔ بحث ان معدودے چند عورتوں کی نہیں پوری صنف نازک کی ہے۔ بظاہر وہ اپنے خیرخواہوں کے مشورے اور تائید کے باوجود نہ تو اپنے نان ونفقہ کے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہے اور نہ اس کے لئے آمادہ ہے کہ خاندان کا بوجھ شوہر کے سر سے اتار کر اپنے سر پر رکھ لے۔

جو حضرات سہ ماہی تحقیقات اسلامی یا ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کو چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں تعاون کرنا چاہیں وہ اس پتہ پر تعاون فرمائیں۔

IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI

PAN WALI KOTHI DODHPUR ROAD, ALIGARH
202001